قربانی کے احکام ومسائل

غلام مصطفٰی ظہیر امن پوری حفظہ اللہ

ذوالحجہ کے ذی شان ایام:

ذوالحجہ کے پہلے دس دن انتہائی بابرکت اور حرمت والے ہیں، ان ایام کے نیک اعمال دوسرے دنوں کے اعمالِ صالحہ پر ایک گوناں فضیلت رکھتے ہیں۔

① سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ان ایام کے اعمال صالحہ دوسرے دنوں کی بہ نسبت اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہیں، عرض کیا، دوسرے دنوں میں کیا جانے والا جہاد بھی ان سے افضل نہیں؟ فرمایا، نہیں، ہاں! اگر کوئی آدمی اپنے جان و مال کے ساتھ اللہ کے راستے میں نکلے اور کچھ واپس نہ آئے۔''

(صحيح البخاري : ٩٦٩، سنن أبي داؤد : ٢٤٣٨، سنن الترمذي : ٧٥٧، سنن ابن ماجه : ١٧٢٧)

② سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''یوم عرفہ (۹ ذوالحجہ) کا روزہ گزشتہ اور آئندہ دونوں سالوں کے گناہوں کا کفارہ ہے۔''

(صحيح مسلم : ١١٦٢)

تنبیہ:

یہ روزہ نو ذوالحجہ کا ہے، نبی اکرم ﷺ چونکہ نو ذوالحجہ کو عرفات میں تھے، اس مناسبت سے اسے یوم عرفہ کا روزہ کہہ دیا گیا۔ واللہ اعلم!

ان مبارک دنوں میں نفلی نماز، نفلی روزوں، صدقہ وخیرات، ذکرواذکار، تکبیر وتہلیل اور دیگر نیک اعمال کا اہتمام مولائے رحمٰن ورحیم کی بے پایاں رحمت اور لامتناہی مغفرت کا باعث ہے۔

ان دنوں میں کیے جانے والے مبارک اعمال میں سے ایک عالی مرتبت وذی شان عمل ''قربانی'' بھی ہے، جو اسلام کا باکمال اور ممتاز شعار ہے۔

قربانی:

دس ذوالحجہ کا سورج پیغامِ مسرت لے کر مسکراہٹوں کی کرنیں بکھیرتا ہوا طلوع ہوا، دو رکعت نماز کی ادائیگی اور خطبہ عید سننے کے بعد فرزندانِ توحید گھروں کو پہنچے، جانور کی لگام تھامی، عاجزی وفروتنی اور اطاعت وفرمانبرداری کے جذبات سے سرشار ہو کر بِسْمِ اللّٰہِ وَاللّٰہُ أَکْبَرُ کا نعرہ لگایا اور گردن پر چھری چلا کے سنت کو دوام بخشا، اس عمل کی بنیاد خوردونوش اور ریاکاری نہیں، بلکہ شعارِ اسلام کے ساتھ لگاؤ اور گہری محبت کا نتیجہ ہے۔

قربانی کا حکم:

ایامِ قربانی میں رضائے الٰہی کے لیے مخصوص شرائط کے حامل جانوروں کا خون بہانا اسلامی شعار اور عظیم عبادت ہے، جسے قربانی کہا جاتا ہے، یہ سنت ہے۔

فائدہ:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ كَانَ لَهٗ سَعَةٌ فَلَمْ يُضَحِّ فَلَا يَقْرَبَنَّ مُصَلَّانَا .

''استطاعت وقدرت کے باوجود قربانی نہ کرنے والا ہماری عیدگاہوں کے قریب نہ پھٹکے۔''

(مسند أحمد : ٢ /٣٢١، سنن ابن ماجه : ٣١٢٣، المستدرك للحاكم : ٣٩٠/٢)

اس حدیث کی سند کو امامِ حاکم رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

یہ روایت ضعیف ومنکر ہے۔

عبداللہ بن عیاش قتبانی ضعیف ہے۔

امام ابوحاتم رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ بِالْمَتِينِ .

''یہ پختہ کار راوی نہیں، (منکر روایات بیان کر دیتا ہے)۔''

(الجرح والتعديل لابن أبي حاتم : 126/5)

امام ابن یونس رحمہ اللہ نے ''منکر الحدیث'' کہا ہے۔

(تهذيب التهذيب : 351/5)

علامہ ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ مَعْرُوفًا بِالثِّقَةِ .

''یہ ثقہ نہیں ہے۔''

(المحلّٰى بالآثار : 8/6)

اس روایت کو امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے ''منکر'' کہا ہے۔

(الفروسیة لابن القیم، ص 200)

علامہ ابن حزم رحمہ اللہ نے اس روایت پر جرح کی ہے۔

(المحلّٰى بالآثار : 7/6)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اُخْتُلِفَ فِي رَفْعِهِ وَوَقْفِهِ وَالْمَوْقُوفُ أَشْبَهُ بِالصَّوَابِ قَالَهُ الطَّحَاوِيُّ وَغَيْرُهُ وَمَعَ ذٰلِكَ فَلَيْسَ صَرِيحًا فِي الْإِيجَابِ .

''اس حدیث کے مرفوع اور موقوف ہونے میں اختلاف ہے، اس کا موقوف ہونا راجح ہے، جیسا کہ امام طحاوی وغیرہ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ قربانی کے وجوب پر صراحت نہیں کرتی۔''

(فتح الباري : 3/10)

علامہ ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يَصِحُّ عَنْ أَحَدٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ أَنَّ الْأُضْحِيَّةَ وَاجِبَةٌ .

''کسی صحابی سے قربانی کو واجب کہنا ثابت نہیں۔''

(المحلّٰى بالآثار : 10/6)

واضح رہے کہ سیدنا ابو بکر صدیق اور سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما سے اس خدشہ کے پیش نظر قربانی ترک کرنا ثابت ہے کہ کہیں لوگ اس کو واجب نہ سمجھ لیں۔

(السّنن الكبرىٰ للبيهقي : ٢٦٥/٩، وسندهٗ صحيحٌ)

سیدنا ابو مسعود بدری انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ أَدَعَ الْأُضْحِيَةَ وَأَنِّي لَمِنْ أَيْسَرِكُمْ بِهَا، مَخَافَةَ أَنْ يُحْسَبَ أَنَّهَا حَتْمٌ وَّاجِبٌ .

''میں اس ڈر سے قربانی ترک کرنے کا ارادہ کرتا ہوں کہ اسے واجب نہ سمجھ لیا جائے، حالانکہ میں آپ سے زیادہ آسانی کے ساتھ قربانی کرسکتا ہوں۔''

(السّنن الکبریٰ للبیهقي : ۲٦٥/۹، وسندهٗ صحیحٌ)

حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما (السّنن الکبریٰ للبیهقي : ۲٦٥/۹، وسندهٗ صحیحٌ) اور سیدنا بلال رضی اللہ عنہ (المحلّٰی لابن حزم : ۳٥۸/۷، وسندهٗ صحیحٌ) قربانی کے وجوب کے قائل نہیں تھے۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''یہ سنت اور کارِ خیر ہے۔''

(صحیح البخاري : ۸۳۲/۲ تعلیقًا، تغلیق التعلیق لابن حجر : ۳/٥، وسندهٗ صحیحٌ)

حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''جید'' قرار دیا ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ اور دیگر محدثین عظام کے نزدیک بھی قربانی سنت ہے۔

جانور کی عمر:

قربانی کے جانور کا دوندا ہونا شرط ہے، یہ کم سے کم عمر ہے، ورنہ اس سے زائد عمر کے جانور کی قربانی بھی جائز ہے، جیسا کہ سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تَذْبَحُوا إِلَّا مُسِنَّةً إِلَّا أَنْ يُّعْسَرَ عَلَيْكُمْ فَتَذْبَحُوا جَذَعَةً مِّنَ

الضَّأْنِ .

''دونداجانور ہی ذبح کریں، تنگی کی صورت میں بھیڑ کی نسل سے جذعہ ذبح کرلیں۔''

(صحيح مسلم : ۱۵۵/۲، ح : ۱۹۶۳)

حافظ نووی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''ارباب علم مُسِنَّةٌ دوندے اونٹ، گائے اور بکری وغیرہ کو کہتے ہیں، نیز اس حدیث میں وضاحت ہے کہ بھیڑ کے علاوہ جنس کا جَذَعَةٌ بطور قربانی جائز نہیں، بقول قاضی عیاض رحمہ اللہ اس پر اجماع ہے۔''

(شرح صحيح مسلم : ۱۵۵/۲)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ثَنِيًّا فَصَاعِدًا وَاسْتَسْمِنْ فَإِنْ أَكَلْتَ أَكَلْتَ طَيِّبًا وَإِنْ أَطْعَمْتَ أَطْعَمْتَ طَيِّبًا .

''قربانی کا جانور دوندا یا اس سے بڑا ہو، اسے خوب فربہ کیجئے، جب کھلائیں، تو اچھا کھلائیں۔''

(السّنن الكبرىٰ للبيهقي : ۲۷۳/۹، وسندهٗ صحيحٌ)

تمام اہل لغت کے نزدیک مسنہ کا معنی دوندا ہے۔ بعض اہل علم نے سہولت کے پیش نظر جانور کی عمر بیان کردی ہے۔ اگر اس عمر کو پہنچ جاتا ہے، مگر دوندا نہیں ہوتا، تو قربانی جائز نہیں۔ اس لیے قربانی میں شرط جانور کے دوندا ہونے کی ہے، نہ کہ عمر کی۔

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَدْ أَجْمَعَ أَهْلُ العِلْمِ أَنْ لَا يُجْزِءَ الْجَذَعُ مِنَ الْمَعْزِ، وَقَالُوا :

إِنَّمَا يُجْزِءُ الْجَذَعُ مِنَ الضَّأْنِ .

''اہل علم کا اجماع ہے کہ بکری کی جنس کا ''جذعہ'' قربانی میں کفایت نہیں کرتا، جبکہ بھیڑ کی جنس کا ''جذعہ'' کفایت کرتا ہے۔''

(سنن الترمذي، تحت الحديث : ١٥٠٨)

سیدنا ابو بردہ بن دینار انصاری رضی اللہ عنہ نے نماز عید سے پہلے ہی قربانی کر لی، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ قربانی کرنے کا حکم فرمایا، عرض کیا: اللہ کے رسول! میرے پاس کھیرا بکرا ہے، جو دوندا سے بہتر ہے۔ فرمایا:

اِذْبَحْهَا، وَلَنْ تَجْزِيَ جَذَعَةٌ عَنْ أَحَدٍ بَعْدَكَ .

''آپ اسی کی قربانی کر سکتے ہیں، لیکن کسی اور کے لیے کھیرا بکرا کفایت نہیں کرے گا۔''

(صحيح البخاري : ٩٦٨، صحيح مسلم : ١٩٦١)

''جذعہ'' کی عمر میں اختلاف ہے، جمہور ایک سال کے قائل ہیں اور احتیاط کا تقاضا بھی یہی ہے، حافظ نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

اَلْجَذَعُ مِنَ الضَّأْنِ مَا لَهٗ سَنَةٌ تَامَّةٌ، هٰذَا هُوَ الْأَصَحُّ عِنْدَ أَصْحَابِنَا، وَهُوَ الْأَشْهَرُ عِنْدَ أَهْلِ اللُّغَةِ وَغَيْرِهِمْ .

''بھیڑ کی جنس کا ''جذعہ'' مکمل ایک سال کا ہوتا ہے، یہی ہمارے اصحاب کے نزدیک صحیح ترین ہے اور اہل لغت کے ہاں مشہور ہے۔''

(شرح صحيح مسلم : ٢/١٥٥)

اس حدیث میں مذکورہ حکم عام ہے اور ہر جانور کو شامل ہے، وہ بکری کی جنس ہو یا بھیڑ

کی ، گائے کی جنس ہو یا اونٹ کی ، سب کا دوندا ہونا ضروری ہے ، وہ صحیح احادیث جن میں بھیڑ کے جَذَعَةٌ کی قربانی کا جواز ہے، وہ تنگی پر محمول ہیں، یعنی دوندا جانور نہ ملے، تو ایک سال کا دنبہ یا بھیڑ ذبح کی جاسکتی ہے، اس طرح تمام احادیث پر عمل ہو جائے گا۔

تنگی کی دو صورتیں ممکن ہیں؛

① دوندا جانور دستیاب نہ ہونا۔

② قوت خرید سے باہر ہونا۔

تنبیہ:

بعض ناعاقبت اندیش جانور دوندا باور کروانے کے لئے سامنے والے دانت توڑ دیتے ہیں، یہ محض دھوکا اور فریب ہے، ایسے جانور کی قربانی درست نہیں۔

قربانی میں شراکت:

بکرا، بکری، دنبہ اور بھیڑ صرف ایک آدمی کو کفایت کرتے ہیں، البتہ ایک بکرا یا دنبہ تمام اہل خانہ کے لیے کافی ہے، دلائل ملاحظہ ہوں:

① نبی اکرم ﷺ نے دنبے کی قربانی کی اور فرمایا:

بِسْمِ اللّٰهِ، اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ مُّحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ وَمِنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ .

''اللہ کے نام کے ساتھ (ذبح کرتا ہوں)، اے اللہ! (یہ قربانی) محمد (ﷺ) آل محمد اور امت محمد کی طرف سے قبول فرما۔''

(صحيح مسلم : ١٥٦/٢، ح : ١٩٦٧)

حدیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ ایک دنبہ تمام اہل خانہ کی طرف سے ذبح کیا جا سکتا ہے، سب کی طرف سے قربانی ادا ہو جائے گی۔

منیٰ میں قربانی کرنے والوں کے اہل خانہ اس میں شریک نہیں ہو سکتے۔

فائدہ:

امت کی طرف سے قربانی کرنا نبیٔ اکرم ﷺ کا خاصہ ہے۔

② سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا:

كَيْفَ كَانَتِ الضَّحَايَا فِيكُمْ عَلٰى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟

''رسول اللہ ﷺ کے زمانہ اقدس میں قربانی کیسی تھی؟'' فرمایا:

كَانَ الرَّجُلُ فِي عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُضَحِّي بِالشَّاةِ عَنْهُ وَعَنْ أَهْلِ بَيْتِهِ فَيَأْكُلُونَ وَيُطْعِمُونَ، ثُمَّ تَبَاهَى النَّاسُ فَصَارَ كَمَا تَرٰى .

''عہد نبوی میں ایک بکری کی قربانی تمام اہل خانہ کی طرف سے کی جاتی تھی، وہ خود بھی گوشت کھاتے اور دوسروں کو بھی کھلاتے، بعد ازاں لوگ (قربانی کرنے میں) باہم فخر و مباہات کرنے لگے، حالت آپ کے سامنے ہے۔''

(مؤطّأ الإمام مالك : ٤٨٦/٢، سنن الترمذي : ١٥٠٥، سنن ابن ماجه : ٣١٤٧ واللّفظ لهٗ، السّنن الكبرىٰ للبيهقي : ٢٦٨/٩، وسندهٗ صحيحٌ)

امام ترمذی رحمہ اللہ نے اسے ''حسن صحیح'' کہا ہے۔

③ سیدنا عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُضَحِّي بِالشَّاةِ الْوَاحِدَةِ عَنْ جَمِيعِ أَهْلِهِ .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام اہل خانہ کی طرف سے ایک بکری قربانی کرتے تھے۔''

(الآحاد والمثاني لابن أبي عاصم : ٦٧٩، المستدرك للحاكم : ٤٥٦/٣، ٢٢٩/٤ واللّفظ لهٗ، السّنن الكبرىٰ للبيهقي : ٢٦٨/٩، وسندهٗ صحيحٌ)

امام حاکم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے موافقت کی ہے۔ یہ روایت صحیح بخاری (۷۲۱۰) میں موقوفاً بھی مروی ہے۔

④ سیدنا ابوسریحہ غفاری حذیفہ بن اسید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

''میرے گھر والوں نے مجھے زیادتی پر اکسایا، حالانکہ مجھے سنت کا علم تھا کہ تمام اہل خانہ قربانی کے لیے ایک یا دو بکریوں پر اکتفا کر سکتے ہیں، (اب ایسا کریں)، تو پڑوسی کنجوس کہتے ہیں۔''

(سنن ابن ماجه : ٣١٤٨ واللّفظ لهٗ، المستدرك للحاكم : ٢٢٨/٤، السّنن الكبرىٰ للبيهقي : ٢٦٩/٩، المعجم الكبير للطّبراني : ٣٠٥٦، ٣٠٥٧، ٣٠٥٨، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کی سند کو امام حاکم رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

اونٹ اور گائے میں شراکت:

اونٹ میں دس حصہ دار شریک ہو سکتے ہیں، جیسا کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں عید الاضحیٰ کے موقع پر اونٹ میں دس اور گائے میں

سات آدمی شریک ہوئے۔

(مسند الإمام أحمد : ٢٤٨٨، السنن الكبرىٰ للنسائي : ٤١٢٣، ٤٣٩٢، ٤٤٨٢، سنن الترمذي : ٩٠٥، سنن ابن ماجه : ٣١٣١، المستدرك للحاكم : ٢٣٠/٤، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن غریب''امام ابن حبان رحمہ اللہ (۴۰۰۷) نے ''صحیح''اور امام حاکم رحمہ اللہ نے ''امام بخاری رحمہ اللہ کی شرط پر صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

اس صحیح حدیث سے ثابت ہوا کہ اونٹ میں دس افراد شریک ہو سکتے ہیں۔

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''ہم نے حدیبیہ والے سال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قربانی کی، ایک اونٹ اور گائے کو سات سات آدمیوں کی طرف سے ذبح کیا گیا۔''

(صحيح مسلم : ٤٢٤/١، ح : ١٣١٨)

اس حدیث کو ''ہدی''(منیٰ میں قربانی) پر محمول کریں، تو تعارض ختم ہو جاتا ہے، منی کے علاوہ ایک اونٹ کی دس قربانیاں ہوسکتی ہیں۔

تنبیہ:

زیادہ سے زیادہ گائے سات افراد شریک ہو سکتے ہیں، کم سے کم سے کوئی قید نہیں۔ جب ایک آدمی ایک گائے یا اس سے زیادہ گائیں ذبح کرسکتا ہے، تو ایک گائے میں دو یا تین حصہ دار بالا ولیٰ شریک ہوسکتے ہیں۔

بھینس کی قربانی:

بھینس کو فارسی میں گاومیش کہا جاتا ہے، اس کا معرب جاموس ہے۔ یہ سوڈان اور مصر

میں پائی جاتی تھی۔ اہل لغت کا اتفاق ہے کہ بھینس گائے کی جنس ہے، بھینس کی قربانی پر اجماع ہے، جیسا کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ کیا بھینس کی سات قربانیاں ہو سکتی ہیں؟ فرمایا:

لَا أَعْرِفُ خِلَافَ هٰذَا .

''مجھے اس مسئلہ میں اختلاف معلوم نہیں۔''

(مسائل الإمام أحمد واسحاق بن راهويه برواية الكوسج : 369/2)

امام ابن منذر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَجْمَعُوا عَلٰى أَنَّ حُكْمَ الْجَوَامِيسِ حُكْمُ الْبَقَرِ .

''اہل علم کا اجماع ہے کہ بھینسوں کا حکم گائیوں والا ہے۔''

(الإجماع، ص 45)

حافظ ابن قطان فاسی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

أَجْمَعُوا أَنَّ الْجَوَامِيسَ بِمَنْزِلَةِ الْبَقَرِ، وَأَنَّ اسْمَ الْبَقَرِ وَاقِعٌ عَلَيْهَا .

''اہل علم کا اجماع ہے کہ بھینسیں حکم میں گائے کی طرح ہیں، ان پر گائے کا نام صادق آتا ہے۔''

(الإقناع في مسائل الإجماع :205/1)

علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

لَا خِلَافَ فِي هٰذَا نَعْلَمُهُ .

''ہم اس میں کچھ اختلاف نہیں جانتے۔''

(المغني : 444/2)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

اَلْجَوَامِيسُ بِمَنْزِلَةِ الْبَقَرِ حَكَى ابْنُ الْمُنْذِرِ فِيهِ الْإِجْمَاعَ .

''بھینسیں گائے کی طرح ہے، ابن منذر رحمہ اللہ نے اس پر اجماع نقل کیا ہے۔''

(مجموع الفتاویٰ : 37/25)

فقہ حنفی کی معتبر ترین کتاب میں ہے:

اَلْبَقَرُ وَالْجَوَامِيسُ جِنْسٌ وَاحِدٌ .

''گائے اور بھینس ایک ہی جنس سے ہیں۔''

(فتاویٰ عالمگیری:120/3)

مشہور لغوی، علامہ ازہری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

أَجْنَاسُ الْبَقَرِ مِنْهَا الْجَوَامِيسُ .

''گائے کی مختلف اجناس ہیں، ایک ان میں سے بھینس بھی ہے۔''

(الزاهر في غريب ألفاظ الشافعي، ص 101)

علامہ وہبہ زحیلی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

لَا خِلَافَ فِي أَنَّ الْجَوَامِيسَ وَالْبَقَرَ سَوَاءٌ لِاتِّحَادِ الْجِنْسِيَّةِ، إِذْ هُوَ نَوْعٌ مِّنْهُ .

''اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ گائیں اور بھینسیں (حکم میں) برابر ہیں، کیونکہ ان کی جنس ایک ہے، بھینس گائے کی ایک قسم ہے۔''

(الفقه الإسلامي : 1926/3)

فائدہ:

لغوی امام، علامہ ابونصر جوہری رحمہ اللہ (۳۹۳ھ) لکھتے ہیں:

اَلْجِنْسُ الضَّرْبُ مِنَ الشَّيْءِ، وَهُوَ أَعَمُّ مِنَ النَّوْعِ .

''جنس، کسی چیز کی قسم کو کہتے ہیں، اس میں ''نوع'' کی بہ نسبت عموم پایا جاتا ہے۔''

(الصّحاح تاج اللّغة : 915/3)

فائدہ:

علامہ سغدی حنفی (۴۶۱ھ) لکھتے ہیں کہ بھینس کے حلال ہونے میں اختلاف نہیں۔

(النتف في الفتاویٰ :230/1)

جانور کے عیوب:

جانور میں درج ذیل عیوب ونقائص نہ ہوں:

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَرْبَعٌ لَا تَجُوزُ فِي الْأَضَاحِيِّ، الْعَوْرَاءُ بَيِّنٌ عَوَرُهَا، وَالْمَرِيضَةُ بَيِّنٌ مَرَضُهَا، وَالْعَرْجَاءُ بَيِّنٌ ظَلْعُهَا، وَالْكَسِيرُ الَّتِي لَا تُنْقِي .

''چار قسم کے جانوروں کی قربانی جائز نہیں: (۱) کانا (۲) واضح بیمار (۳) لنگڑا (۴) شکستہ ولاغر۔''

(مسند الإمام أحمد : ٨٤/٤، سنن أبي داؤد : ٢٨٠٢ ، سنن النسائي : ٤٣٧٤ ، سنن الترمذي : ١٤٩٧ ، سنن ابن ماجه : ٣١٤٤، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی، امام ابن خزیمہ (۲۹۱۲)، امام ابن حبان (۵۹۱۹، ۵۹۲۲)،

امام ابن الجارود (۴۸۱) اور امام حاکم رحمہ اللہ (۱/ ۴۶۷۔۴۶۸) نے ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

خریداری کے بعد کوئی عیب پیدا ہو جائے، تو کوئی حرج نہیں۔

سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

إِنْ كَانَ أَصَابَهَا بَعْدَ مَا اشْتَرَيْتُمُوهَا فَأَمْضُوهَا، وَإِنْ كَانَ أَصَابَهَا قَبْلَ أَنْ تَشْتَرُوهَا فَأَبْدِلُوهَا.

''خریداری کے بعد عیب پیدا ہو، تو قربانی کر لیں، عیب پہلے سے موجود ہو، تو جانور بدل لیں۔''

(السّنن الكبرىٰ للبيهقي : ٢٨٩/٩ ، وسندهٗ صحيحٌ)

امامِ زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِذَا اشْتَرَى الرَّجُلُ أُضْحِيَتَهٗ فَمَرِضَتْ عِنْدَهٗ، أَوْ عَرَضَ لَهَا مَرَضٌ فَهِيَ جَائِزَةٌ.

جانور خریدنے کے بعد بیمار ہو جائے، تو قربانی جائز ہے۔''

(مصنّف عبدالرّزاق : ٣٨٦/٤ ، ح : ٨١٦١، وسندهٗ صحيحٌ)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (قربانی کے) جانور کی آنکھیں اور کان بغور دیکھنے کا حکم فرمایا۔

(سنن النّسائي : ٤٣٨١، سنن التّرمذي : ١٥٠٣، سنن ابن ماجه : ٣١٤٣، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی نے ''حسن صحیح''، امام ابن خزیمہ (۲۹۱۴) اور امام حاکم رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔

یہ حکم وجوبی نہیں، بلکہ استحباب پر محمول ہے۔

نیز سیدنا علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کان کٹے اور ٹوٹے سینگ والے جانور کی قربانی سے منع فرمایا ہے۔''

(سنن أبي داؤد : ٢٨٠٥، سنن النّسائي : ٤٣٨٢، سنن التّرمذي : ١٥٠٣، سنن ابن ماجه : ٣١٤٥، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن صحیح'' کہا ہے۔

یاد رہے کہ کان اور سینگ میں معمولی نقص مضر نہیں۔

تنبیہ:

① خصی جانور کی قربانی بالاجماع جائز ہے، جانور کو خصی کرنا شرعا ممنوع نہیں، بلکہ اجازت ہے، لہٰذا خصی ہونا عیب نہ ہوا، خصوصا ایسے جانور کے حوالے سے جسے قربانی کے لیے خاص کیا گیا ہو، خصی جانور موٹا تازہ ہوتا ہے، اس کا گوشت انتہائی عمدہ اور نفیس ہوتا ہے، لہٰذا قربانی کے جانور کو خصی کرنا خوبی ہے، نہ کی عیب۔ اس لیے خصی ہونا قربانی کے لیے مانع نہیں۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

لَيْسَ هٰذَا عَيْبًا .

''خصی ہونا عیب نہیں ہے۔''

(فتح الباري شرح صحيح البخاري : 10/10)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ خصی جانور کی قربانی کے بارے میں فرماتے ہیں:

أَرْجُو أَنْ لَّا يَكُونَ بِهٖ بَأْسٌ .

''اس میں کوئی حرج نہیں۔''

(مسائل الإمام أحمد وإسحاق بن راهويه، برواية الكوسج : ٣٦٨/٢)

علامہ ابن قدامہ مقدسی رحمہ اللہ (٦٢٠ھ) بیان کرتے ہیں:

لَا نَعْلَمُ فِي هٰذَا خِلَافًا .

''ہمیں اس میں اختلاف معلوم نہیں۔''

(المغني : ٤٧٦/٣، ٤٤٢/٩)

② بعض جانوروں کے پیدائشی طور پر خصیتین نہیں ہوتے، ایسے جانوروں کی قربانی درست ہے۔

③ پیدائشی طور پر سینگوں کا نہ ہونا قربانی سے مانع نہیں۔

④ حاملہ جانور کی قربانی جائز ہے، اجتناب بہتر ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے قربانی:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے قربانی کرنا ثابت نہیں۔ اس بارے میں دو روایات کی تحقیق ملاحظہ ہو۔

حنش بن معتمر کہتے ہیں:

رَأَيْتُ عَلِيًّا يُضَحِّي بِكَبْشَيْنِ فَقُلْتُ لَهٗ : مَا هٰذَا؟ فَقَالَ : إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْصَانِي أَنْ أُضَحِّيَ عَنْهُ فَأَنَا أُضَحِّي عَنْهُ .

’’میں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا، آپ نے دو دنبے ذبح کیے، میں نے پوچھا: یہ کیا؟ فرمایا: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت کی تھی کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے قربانی کروں، یہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے قربانی کر رہا ہوں۔‘‘

(سنن أبي داود: ٢٧٩٠)

تبصرہ:

سند ضعیف ہے۔

① شریک بن عبداللہ قاضی سیء الحفظ اور مدلس ہے۔

② ابوالحسناء مجہول ہے۔

③ حکم بن عتیبہ مدلس ہے۔

④ حنش بن معتمر جمہور ائمہ حدیث کے نزدیک ضعیف ہے۔

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے عید الاضحیٰ والے دن ایک مینڈھا منگوایا اور اسے ذبح کرتے وقت یہ الفاظ کہے:

بِسْمِ اللّٰهِ، اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ وَمِنْ مُحَمَّدٍ لَكَ.

’’بسم اللہ، اے اللہ! یہ قربانی تیری عطا ہے اور تیری رضا کے لیے ہے، محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے خالصتاً تیرے لیے قربان کی جارہی ہے۔‘‘

(السّنن الكبرىٰ للبيهقي: ١٩١٨٧)

تبصرہ:

سند ضعیف ہے۔

① عاصم بن شریب راوی مجہول ہے، اسے امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ (الجرح والتعدیل: ۶/ ۴۸۷) اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ (میزان الاعتدال: ۳۵۲/۲) نے ''مجہول'' کہا ہے۔امام ابن حبان رحمہ اللہ نے الثقات (۵/ ۲۳۹) میں ذکر کیا ہے۔

② ابوبکر بن رَجاء زبیدی کی توثیق ثابت نہیں۔

③ ابوالفضل، سفیان بن محمد بن محمود جوہری کی توثیق نہیں ملی۔

④ ابونصر احمد بن عمرو بن محمد عراقی کی توثیق نہیں مل سکی۔

کسی صحابی، تابعی، تبع تابعی اور اسلاف امت کے کسی فرد بشر سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے قربانی کرنا ثابت نہیں۔

متفرق احکام:

① قربانی کا ارادہ رکھنے والے کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ذوالحجہ کا چاند نظر آنے سے لے کر قربانی کرنے تک اپنے بال کاٹے، نہ ناخن تراشے۔

(صحيح مسلم : ١٦٠/٢، ح : ١٩٧٧)

② سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے (مدینہ میں) قربانی کرنے کے بعد سر کے بال منڈوائے، فرمایا: یہ واجب نہیں۔(مؤطأ الإمام مالك : ٤٨٣/٢، وسندهٗ صحيحٌ)

③ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایام ذی الحجہ میں ایک عورت کو اپنے بچے کے بال کاٹتے دیکھ کر فرمایا:

''اگر قربانی والے دن تک موخر کر دیتی، تو بہتر تھا۔''

(المستدرك على الصّحيحين للحاكم : ٢٤٦/٤، ح : ٧٥٢٠، وسندهٗ حسنٌ)

④ قربانی کی استطاعت نہ رکھنے والا ذوالحجہ کا چاند نظر آنے سے پہلے جسم کے

فاضل بال (زیرناف)، سر کے بال اور مونچھیں کاٹ لے، ناخن تراشے، پھر قربانی تک اس سے پرہیز کرے، تو اسے قربانی کا پورا اجر وثواب ملے گا۔

(مسند أحمد : ١٦٩/٢، سنن أبي داؤد : ٢٧٨٩، سنن النّسائي : ٤٣٦٥، وسندهٗ حسنٌ)

اسے امام ابن حبان (۵۹۱۴)، امام حاکم (۲۲۳/۴) اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔

⑤ قربانی کے لیے نصاب زکوٰۃ کی شرط بے بنیاد ہے، ہر مسلمان اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے اپنی صورتِ حال کو مدنظر رکھ کر فیصلہ کر سکتا ہے۔ نبی کریم ﷺ پوری زندگی نصاب زکوۃ کو نہیں پہنچے اس کے باوجود قربانی کرتے۔ ادھار لے کر قربانی کرنے والا اجر کثیر کا مستحق ہوگا۔

⑥ بیک وقت ایک سے زائد قربانیاں کی جا سکتی ہیں۔

⑦ پہلے دن قربانی افضل ہے۔

⑧ بوقت ذبح یہ دعا پڑھنی چاہیے:

بِسْمِ اللّٰهِ، وَاللّٰهُ أَكْبَرُ .(صحيح مسلم : ١٩٦٦)

اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّي وَمِنْ أَهْلِي .

''اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ (ذبح کرتا ہوں) اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ! (یہ قربانی) میری طرف سے اور میرے اہل کی طرف سے قبول فرما۔''

(صحيح مسلم : ١٩٦٧، استدلالًا)

⑨ قربانی کے جانور کا گوشت، سری پائے اور کھال یا چمڑا وغیرہ قصاب کو بطور اجرت دینا ممنوع ہے، اجرت اپنی جیب سے دی جائے۔

⑩ قربانی کے گوشت میں مساکین وفقرا کا حق ہے، جو انہیں ملنا چاہیے، مقدار مقرر نہیں، بقیہ گوشت ذخیرہ کیا جاسکتا ہے۔(صحيح البخاري : ٥٥٦٩)

⑪ چرمہائے قربانی اور کھالیں کسی حق دار (مسکین ومحتاج) کو دی جائیں۔

(صحيح البخاري : ١٧١٧، صحيح مسلم : ١٣١٧)

نیز اپنے ذاتی استعمال میں بھی لائی جاسکتی ہیں۔(صحيح مسلم : ١٩٧١)

⑫ قربانی کے جانور کا کوئی حصہ فروخت کیا جاسکتا ہے، نہ اپنی ذاتی خدمت کے عوض کسی کو دیا جاسکتا ہے، کھال فروخت کرنا پڑے، تو اس کی قیمت مساکین وفقرا کو دے دی جائے۔

⑬ قربانی کی نیت سے جانور پالا، دوندا نہیں ہوا، وقت سے پہلے مر گیا یا گم ہو گیا، تو اس صورت میں اگر اس کی بجائے دوسرا جانور قربان کرنے کی استطاعت ہے، تو درست، ورنہ قربانی نہ کرنے کی وجہ سے گناہ گار نہیں۔

⑭ بوقت ذبح بہنے والا خون حرام ہے، جانور کے باقی تمام اعضا حلال ہیں۔

⑮ میت کی طرف سے قربانی کرنا ثابت نہیں۔

⑯ اونٹ کا گوشت کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔(صحيح مسلم : ٣٦٠)

❀❀❀❀❀❀❀